بحث ونظر:

ڈاکٹر عتیق الرحمٰن قاسمی*

سرسید احمد خاںؒ کا نظریۂ تعلیم

(ایک جائزہ)

سرسید احمد خاں کی ولادت ۵/ذی الحجہ ۱۲۳۲ھ مطابق ۱۷/اکتوبر ۱۸۱۷ء کو ہندوستان کی راجدھانی دہلی میں ترا ہہ بیرم خان کے قریب اپنے نانا خواجہ فرید کی حویلی کے اس حصے میں ہوئی جو خواص پورہ کہلاتا تھا۔ (۱)

باپ کی نسبت سے سید تھے، آپ کا سلسلۂ نسب نویں امام محمد تقی تک جا پہنچتا ہے، اسی وجہ سے سرسید اپنے کو ''تقوی سید'' کہتے تھے۔ سرسید کے والد ایک درویش صفت انسان تھے جو میر تقی ولد سید ہادی کے نام سے مشہور تھے، نقشبندی بزرگ شاہ غلام علی کے مرید تھے۔ (۲)

آپ کی بچپن کی تربیت زیادہ تر ان کی والدہ نے انجام دی جو بڑی دانشمند خاتون تھیں۔ بچپن کے مادری ماحول نے ان پر خاصا اثر کیا، دہلی میں ان دنوں اسلامی علوم کے دو بڑے مراکز تھے۔ ایک شاہ عبدالعزیز کا مدرسہ اور دوسرا مرزا مظہر جان جاناں کے جانشین غلام علی کی خانقاہ، سرسید نے دونوں سے فیض حاصل کیا شاہ غلام علی نے ان کا نام احمد رکھا تھا، اور سرسید کی بسم اللہ کی تقریب بھی شاہ صاحب کے ہاتھوں ہوئی تھی۔ (۳)

سرسید کی تعلیمی ابتداء اسلامی اصولوں کے مطابق ہوئی، پہلے قرآن مجید پڑھا پھر فارسی کی درسی کتابیں، مولانا حمید الدین سے کریماء خالق باری اور آمد نامہ پڑھا، مولانا حمید الدین کے انتقال کے بعد دوسرے استاد سے سعدی کی گلستاں، بوستاں عربی میں شرح ملا، شرح تہذیب، مختصر المعانی، اور مطول کا کچھ حصہ پڑھا، ہندسہ اور ریاضی کی تعلیم اپنے ماموں زین العابدین سے اور طب کی تعلیم حکیم غلام حیدر سے حاصل کی (۴)

---

* شعبۂ دینیات (سنی)، اے۔ایم۔یو علی گڑھ

متعدد اساتذۂ کرام سے پڑھنے کے ساتھ ساتھ آپ نے اپنا مطالعہ الگ سے جاری رکھا،سرسید کے شرفِ علم کے متعلق یہ واقعہ بھی مشہور ہے کہ جب سرسید دہلی سے قائم مقام صدرامین ہوکر روہتک جانے لگے اس وقت مولوی نوازش علی سے تکمیلِ تعلیم کررہے تھے۔مولوی نوازش علی سے کہا۔آپ میرے ساتھ چلئے!انہوں نے عذرکیا کہ میرے پاس بہت سے طالب علم ہیں،ان کوچھوڑکرکیسے چلاجاؤں،سرسید خاں نے کہا سب کولیکر چلئے ! ان کے مصارف کا میں ذمہ دارہوں،مولوی صاحب بڑے حیران ہوئے،آخر سرسید مولوی صاحب کواورانکے تمام شاگردوں کولے گئے،اورجب تک روہتک رہے،سب کے اخراجات کے کفیل رہے۔سرسید کازمانۂ شباب رنگین صحبتوں میں گزراتھا،باغوں میں گھومنا پھرنا،تماشے وغیرہ دیکھنا،ہررنگ کے جلسوں میں شرکت کرنا،آپ خودبھی بہت حاضر جواب تھے،لیکن جب آپ کے بھائی کاانتقال ہوگیا تو آپ کادل ان تمام رنگین ماحول سے اچاٹ ہوگیا،آپ کے پہناوے میں جواس وقت بانکپن سمجھاجاتاتھا،بالکل بدل ڈالا،سرکے سارے بال کٹوادیئے،داڑھی بڑھادی،کرتہ زیب تن کرلیا،رنگین مزاج نوجوانوں کی صحبت رفتہ رفتہ کم ہونے لگی اورروز بروز مولویت کارنگ چڑھنے لگا۔

سرسید کے والدکوشاہی محل سے تنخواہ ملتی تھی۔لیکن والد کے انتقال کے بعد ذریعۂ آمدنی بند ہوگیا، جوملکیت آپ کے والد کے پاس تھی وہ ضبط کرلی گئی اب آپ کونوکری کاخیال پیداہوا،سرسید کے خالومولوی خلیل اللہ خاں دہلی میں صدرامین تھے۔خالو نے سرسید کو ۱۸۳۸ء میں اپنی کچہری میں سررشتہ دار مقررکردیا۔اسکے بعد ۱۸۳۹ء میں سرسید آگرہ کے کمشنری دفتر میں نائب منشی مقررہوگئے۔اسی دفتر میں کام کے دوران آپ نے منصفی کاامتحان پاس کیا۔دسمبر۱۸۴۱ء میں منصف مین پوری کے عہدہ پر آپ فائز ہوئے۔اگلے ہی مہینے جنوری ۱۸۴۲ء میں مین پوری چھوڑکرآپ فتح پورسیکری تشریف لے آئے۔یہاں آپ نے تقریباً چاربرس منصفی کاعہدہ سنبھالے رکھا۔

سرسید نے اپنی عمر کے ۴۵ برس ملازمت میں گزارے،اس دوران وہ سرکاری فرائض کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف اورترویج وعلوم کیلئے کوشاں رہے،سرکاری ملازمت کوجب اپنے مشن میں حائل دیکھا تواس سے کنارہ کشی اختیارکرلی اورقومی مصلح کی حیثیت سے سرگرم عمل ہوگئے۔

پروفیسرخلیق احمد نظامی نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف سرسید کی فکراورعصر جدید کے تقاضے میں سرسید کے حوالہ سے لکھاہے کہ سرسید نے ہندوستانی عوام کوخطاب کرتے ہوئے کہا:

> ’’جب میں اپنے ہم وطنوں کے حال پرنظرکرتاہوں تودیکھتاہوں کہ وہ گزشتہ حالات سے اس قدر ناواقف ہیں کہ آئندہ رستہ چلنے کوانکے پاس کچھ بھی روشنی نہیں ہے،وہ نہیں جانتے ہیں کل کیاتھا

اورآج کیا ہے۔وہ اس سبب کچھ نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ کل کیا ہوگا۔وہ نہیں جانتے کہ دنیا میں جو بہت چھوٹی چھوٹی قومیں تھیں،انہوں نے کیوں کرترقی پائی ہے؟اورکس طرح وہ ایک بڑے شاندار اور سایہ دار درخت کی مانند ہوگئیں؟وہ نہیں جانتے کہ جو بڑی بڑی قومیں ایک بڑے میوے دار درخت کی مانند پھول رہی تھیں وہ کیوں کرمرجھا گئیں؟''۔(۵)

سرسید نے جب یہ دیکھ لیا کہ ان کی تمام تحریکیں کامیاب ہورہی ہیں تواخیر عمر میں خود یہ اعتراف کرتے ہیں کہ میری زندگی کا جومقصد تھاوہ تقریباً پوراہوگیا۔آپ اپنی خودنوشت سوانح میں رقمطراز ہیں۔

''عمر کے اس مقام پر یہ محسوس کرتے ہوئے مجھے بڑی راحت ہوتی ہے کہ بہت سالوں سے میراجوعزم رہاہے،اورجواب میری زندگی کاواحد مقصد ہے،جس نے جہاں ایک جانب میرے ہم وطنوں کی استعداد کوابھاراہے،وہاں دوسری طرف انہیں انگریزی رعایا سے ہمدردی حاصل ہوئی ہے،اوراپنے حاکموں کاتعاون حاصل ہواہے،اب جبکہ میری زندگی کے چند سال باقی ہیں،جوختم ہوجائینگے اورمیں تمہارے درمیان موجودنہیں ہونگا''۔(۶)

سرسید کی تحریروں اورسرگرمیوں سے معلوم ہوتاہے کہ جب اکتوبر ۱۸۷۰ء کوآپ انگلینڈ سے ڈیڑھ سال بعد ہندوستان واپس تشریف لائے توایک نئے عزم وارادہ لئے ہوئے تھے،اورقومی تعلیم کے سلسلے میں اپنے خیالات کوباضابطہ مرتب کرچکے تھے۔واپسی کے تقریباً دوماہ بعد۲۴/دسمبر ۱۸۷۰ء کوسرسید نے تہذیب الاخلاق کاپہلا پرچہ شائع کردیا،اس پرچہ کا مقصدقومی تعلیم کیلئے نئی دعوت وفکرعمل دیناتھا۔''سرسید احمدخاں اوران کاعہد'' کی مصنفہ ثریاحسین سرسید کی تحریر کے حوالہ سے لکھتی ہیں:

''اسٹیل اورایڈیسن کی خوش قسمتی تھی کہ ان کے زمانے کے لوگ ان کی تحریروں کوپڑھتے تھے اورقدرکرتے تھے،اورہماری بدنصیبی یہ ہے کہ ہماری تحریروں کومذہب کے خلاف کہاجاتاہے،اوران کاپڑھنا باعثِ عذاب سمجھاجاتاہے،اسٹیل اورایڈیسن بنے بنائے دل اپنی طرف جھکاتے تھے ہم کو مشکل ہے ہمیں دل بھی بناناہے،اورہمیں ہی اس کوجھکاناہے،ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم ایک مسکین پرچہ کے ذریعے ہندوستان میں وہ کچھ کریں گے،جوکچھ ایڈیسن اوراسٹیل نے انگلستان میں کیا،بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ جہاں تک ہم سے ہوسکتاہے ہم اپنافرض پوراکرتے ہیں''۔(۷)

۱۸۷۵ء میں انڈیا میں انگریزی تعلیم ترقی کرچکی تھی،لیکن اسکے باوجود ملک میں مسلم گریجویٹ کم و بیش بیس کے آس پاس ہی تھے،لیکن مسلمانوں کواپنی تعلیمی پسماندگی کاذرہ برابربھی احساس نہیں تھا،وہ اپنے قدیم علوم پرفخرکرتے تھے،یہی وجہ تھی کہ بے روزگاری اورافلاس کابڑاسبب جدیدعلوم وفنون سے ناواقفیت

تھی، یہ تمام باتیں سرسید کو پریشان کئے ہوئے تھیں، جب آپ نے حالات پر غور وفکر کیا تو آپ نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ:

''جو علوم مسلمانوں میں مروج ہیں وہ بلاشبہ غیر پسند ہیں اور حسبِ احتیاج وقت نہیں ہیں اور باعث ان کی مفلسی اور محتاجی کا ہیں، کیونکہ مفلسی کا اصل سبب جہل ہے اور غیر مفید علوم کا عالم اور جاہل برابر ہے اسلئے لوگوں کو ان سے نہ تو کچھ فائدہ پہونچا ہے اور نہ ہی وہ خود اپنا کچھ بھلا کر سکتے ہیں تو اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ لوگ اول مفلس اور محتاج پھر نالائق اور کاہل اور پھر ذلیل وخوار اور پھر چور بدمعاش ہوتے ہیں''۔(۸)

سرسید کی ان تمام گفتگو سے آسانی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انکے نزدیک مسلمانوں کی معاشرتی اصلاح کیلئے تعلیم کتنی ضروری ہے، وہ چاہتے تھے کہ مسلمان اس ضرورت کو محسوس کریں۔ ۲۶ رمئی ۱۸۷۳ء کو سرسید نے پٹنہ میں ایک مجمع کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

''کہ جس وقت اولاد کی تربیت کا ذکر آتا ہے، تو رئیسوں اور دولت مندوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہم اپنی اولاد کی تعلیم خاص اپنے اہتمام سے اور ہر ایک علم کے عالم نوکر رکھ کر بخوبی کر سکتے ہیں، بعض کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہم کو اپنی ہی اولاد کی تعلیم وتربیت کرنی کافی ہے مگر یہ ایک بڑی غلطی ہے جو اپنی اولاد کے ساتھ دشمنی ہے''۔(۹)

سرسید نے مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ آپ اپنا انتہا پسندانہ رویہ ترک کرو اور جب انگریزی علوم سے آراستہ وپیراستہ ہوں گے، تبھی حالات پر قابو پاسکتے ہو، سرسید یہ چاہتے تھے کہ لوگ شعر و شاعری اور قوالیوں کی محفل اور اس طرح کی دوسری خرافات سے اپنے کو باز رکھیں، زندگی کی حقیقت سے آشنا ہو آئیں، انگریز چونکہ سائنس ٹیکنالوجی اور اس جیسے دوسرے علوم میں بہت ترقی کر چکے ہیں سب ان کو اپنا آئیڈیل بنائیں ان سے استفادہ کریں۔

۲۲ رجنوری ۱۸۸۳ء کو سرسید نے لدھیانہ میں اپنے لیکچر میں کہا کہ:

''انہوں نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! اپنے عزیز اور پیارے بچوں کو غارت نہ کروانکی پرورش کرو ابھی وقت ہے اور تم سب کچھ کر سکتے ہو، مگر یاد رکھو میں یہ پیشن گوئی کرتا ہوں کہ اگر اور چند روز تم اسی طرح غافل رہے، تو ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ تم چاہو گے کہ اپنے بچوں کو تعلیم دو، ان کی تربیت کرو، مگر تم سے کچھ نہ ہو سکے گا، میں جو کچھ کہتا ہوں تمہارے بچوں کی بہتری کیلئے کہتا ہوں، تم انہیں پر رحم کرو اور ایسا کچھ نہ کرو کہ آئندہ کو پچھتانا پڑے''۔(۱۰)

حیاتِ جاوید کے مصنف الطاف حسین حالی سرسید کے انتقال کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''انتقال سے پہلے ۲۴/مارچ ۱۸۹۸ء کو اقتباسِ بول کا عارضہ لاحق ہوا، ۲۹/ کی صبح سے نہایت نیز سردرد لاحق ہوا، اسی دن شام کو شدید لرزہ کے ساتھ تپ چڑھی اور تھوڑی سی دیر میں ہذیان کی صورت پیدا ہوگئی اور تین گھنٹے سخت کرب اور بے چینی کے بعد رات دس بجے حاجی اسماعیل خاں کی کوٹھی میں (جہاں تقریباً دس بارہ روز سے موجود تھے) وفات پائی''۔ (۱۱)

حقیقت یہ ہے کہ سرسید یہی چاہتے تھے کہ مسلمان ایسے مقام پر پہونچ جائے اور آنے والی نئی نسل کو ترقی دے اور اسے مہذب بنانے میں مددگار ہو، کیونکہ آپ کو اندازہ ہوگیا تھا کہ انگریزوں کو صرف تعلیم ہی کے ذریعہ زیر کیا جاسکتا ہے، ان کو مادی طاقتوں سے شکست دینا ہمارے بس سے باہر ہے، اسکے لئے جدید تعلیم کا حاصل کرنا ضروری ہے، بغیر جدید تعلیم کے مسلمانوں کا مستقبل تاریک ہے۔

چنانچہ وہ خود ایک جگہ رقمطراز ہیں:

''میں ہندوستانیوں کی ایسی تعلیم چاہتا ہوں کہ اسکے ذریعہ ان کو اپنے حقوق حاصل ہونے کی قدرت ہوجائے''۔ (۱۲)

سرسید کے افکار وخیالات کی روشنی میں ہمیں اپنا تعلیمی سفر جاری رکھنے کی آج بھی اشد ضرورت ہے، سرسید نے جو تحریک شروع کی تھی اس کو آگے بڑھانا ہم سب کا فرضِ منصبی ہے۔

حواشی

۱- سرسید احمد خان، خودنوشت حیات سرسید (ضیاء الدین لاہوری، ص:۴۳، عاکف بکڈپو نئی دہلی ۲۰۰۵ء۔

۲- ثریا حسین، سرسید احمد خان اور ان کا عہد، ص:۲۹، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ ۲۰۰۶ء۔

۳- سرسید احمد خان اور ان کا عہد، ص:۳۱۔

۴- خلیق احمد نظامی، سرسید احمد خان، ص:۲۹۔۳۰، پبلیکیشنز ڈویزن منسٹری آف انفارمیشن اینڈ برڈکاسٹنگ گورنمنٹ آف انڈیا جون ۱۹۷۱ء۔

۵- خلیق احمد نظامی، سرسید کی فکر اور عصرِ جدید کے تقاضے، ص:۳۸، انجمن ترقی اردو ہند، نئی دہلی ۱۹۹۳ء۔

۶- سرسید احمد، خودنوشت حیات سرسید (ضیاء الدین لاہوری) ص:۲۵۶، مطبوعہ جنگ پبلیشنز۔

۷- سرسید احمد خان اور ان کا عہد، ص:۲۵۰۔ ۸- سرراس مسعود (مرتب) خطوط سرسید، ص:۳۹، بدایوں ۱۹۲۲ء

۹- ملک فضل الدین (مرتب) سرسید کے مضامین، تہذیب الاخلاق لاہور، ص:۴۲۹، ۱۳۲۳ھ۔

۱۰- لیکچروں کا مجموعہ، ۲۲/جنوری ۱۸۸۳ء، بمقام لدھیانہ صفحہ ۱۵۹۔

۱۱- الطاف حسین حالی، حیاتِ جاوید، ج:۱، ص:۳۰۳۔۳۰۴، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی۔

۱۲- سرسید کی فکر اور عصرِ جدید کے تقاضے، ص:۴۷۔